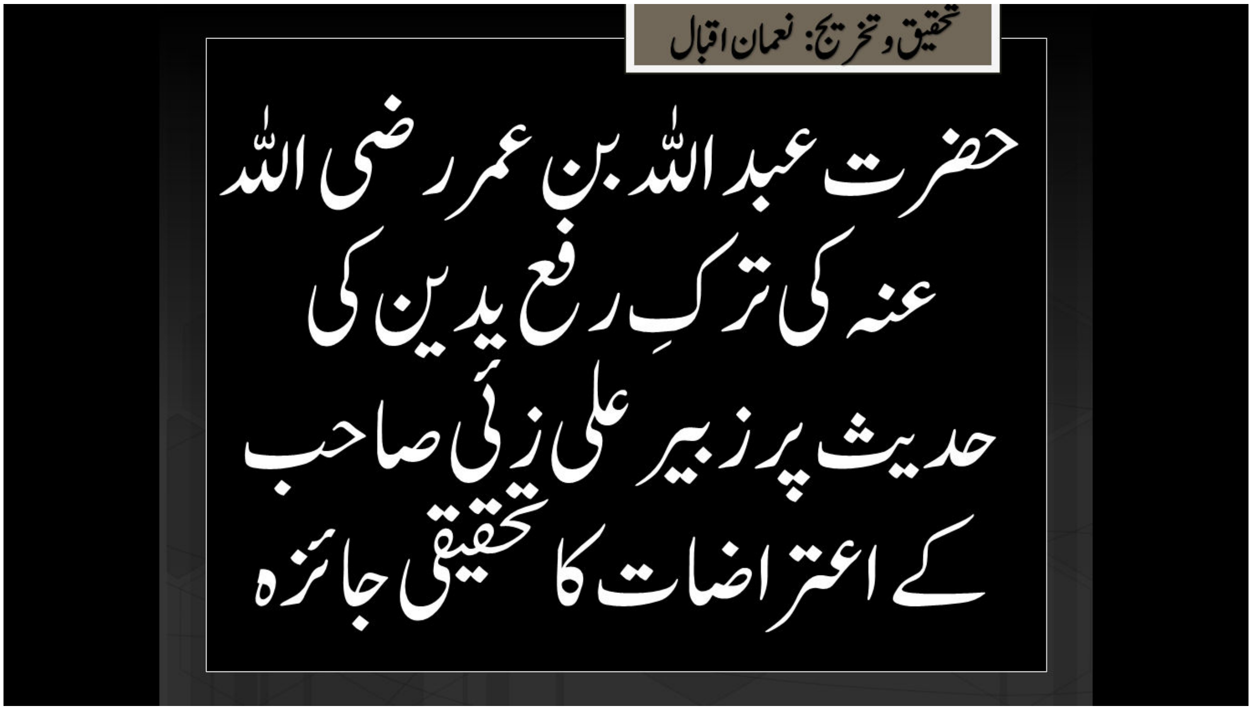

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترک رفع الیدین کی حدیث پر زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ

۱۔"روى أبو جعفر الطحاوي عن ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاش، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: صَلَّيْت خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما فَلَمْ يَكُنْ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مِنْ الصَّلَاةِ"۔ "ابو بکر بن عیاشؒ نے حصین سے انہوں نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی وہ صرف تکبیر افتتاح میں ہاتھ اٹھاتے تھے"۔ (المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۵؛ نصب الرایۃ: ج۱، ص۳۹۶، رقم۱۶۹۹)

۲۔"روى ابن أبي شيبة من طريق أبي بَكْرِ بْن عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: مَا رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إلَّا فِي أَوَّلِ مَا يَفْتَتِحُ الصَّلَاة"۔ "ابو بکر بن عیاشؒ نے حصین سے انہوں نے مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے"۔ (رواۃ ابن أبي شيبة في المصنف وسند صحيح على شرط الشيخين: ج۲، ص۶۱؛ والبیھقی فی المعرفۃ: ج۲، ص۴۲۸)

اس حدیث کے تمام راوی صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں۔ یہ سند بالکل صحیح ہے جس پر آج تک کسی بڑے سے بڑے محدث نے بھی کلام نہیں کیااور گزشتہ گیارہ سو (۱۱۰۰)سالوں میں آج تک کسی نے اس حدیث کے کسی ایک راوی کو بھی ضعیف نہیں کہا۔

امام اَبو جعفر الطحاویؒ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی رفع الیدین کے اثبات اور ترک کی روایات کے بارے میں فرماتے ہیں:"فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ يَرْفَعُ، ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ فَلاَ يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيُّ فِعْلَهُ وَقَامَتْ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ۔ فَإِنْ قَالَ: قَائِلٌ "هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ" قِيلَ لَهُ "وَمَا دَلَّك عَلَى ذَلِكَ؟ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا"۔ فَإِنْ قَالَ: فَإِنْ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِيَ عَنْهُ، عَنْ النَّبِيِّ، مِنْ ذَلِكَ۔ قِيلَ لَهُمْ: فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ، وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ۔ فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَآهُ طَاوُسٌ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ، ثُمَّ قَامَتْ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ۔ هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُحْمَلَ مَا رُوِيَ عَنْهُمْ، وَيُنْفَى عَنْهُ الْوَهْمِ، حَتَّى يَتَحَقَّقَ ذَلِكَ، وَإِلَّا سَقَطَ أَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ"۔"ابن عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا پھر انھوں نے ہاتھوں کا اٹھانا آپ ﷺ کے بعد چھوڑ دیا۔ اور اس کے خلاف عمل کیا یہ اس صورت میں درست ہے جبکہ ان کے ہاں اس کا نسخ ثابت ہو چکا ہو، جس کو انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے دیکھا تھا۔ اور ان کے ہاں اس کے نسخ کی دلیل ثابت نہ ہو گئی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ روایت سرے سے منکر ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا، آپ کو کس نے بتلایا؟ آپ کے لئے اس کے منکر قرار دینے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہ فعل کرتے دیکھا جو اس روایت کے موافق ہے جو انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی، تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ طاؤس نے یہ بات ذکر کی ہے مگر مجاہد نے ان کی مخالفت کی ہے۔ تو اب یہ کہنا درست ہوا کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس وقت کے عمل کو دیکھا جب ان کے سامنے نسخ کے دلائل نہ آئے تھے، پھر جب ان کے ہاں نسخ کے دلائل قائم ہو گئے تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کر دیا اور وہی کیا جو ان سے مجاہد نے دیکھا۔ اسی طرح مناسب یہ ہے کہ جو ان

سے مروی ہے وہ اس پر محمول کیا جائے اور وہم کی نفی کی جائے تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے ورنہ اکثر روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا"۔(شرح المعانی الآثار للطحاوی [اردو]: ج ۱، ص ۶۴۱-۶۴۲)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فتح الباری میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کرنے اور نہ کرنے کی دو احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "مُجَاهِدٍ أنه صلى خلف بن عُمَرَ فَلَمْ يَرَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔۔۔ مَعَ أَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الرِّوَايَتَيْنِ مُمْكِنٌ وَهُوَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَرَاهُ وَاجِبًا فَفَعَلَهُ تَارَةً وَتَرَكَهُ أُخْرَى"۔ "دونوں روایات کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع الیدین کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے پہلے رفع الیدین کیا اور آخر میں ترک کر دیا"۔ (فتح الباری لابن حجر العسقلانی: ج ۲، کتاب الاذان، قَوْلُهُ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ، ص ۶۲۵)

اسی طرح علامہ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: "ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر رفع الیدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے تو اب یہ اس بات پر محمول ہو گا کہ پہلی حدیث (رفع الیدین کرنے والی) منسوخ ہے"۔ (الموضوعات الکبری ملا علی القاری: ص ۱۷۵)

غیر مقلد عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور ان کا رد

اعتراض نمبر ۱: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر اپنا پہلا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا: ابو بکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے"۔ "اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا: اسے ابو بکر بن عیاش نے حصین عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے"۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ص ۱۲؛ نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۳۹۶، رقم ۱۶۹۹)

جواب نمبر ۱-۱: زبیر علی زئی صاحب کا امام یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی مبہم جرحیں پیش کرنا باطل و مردود ہے کیونکہ مبہم الفاظ کی جرح و تعدیل کے میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔ اصول حدیث کی رو سے محض حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع یا باطل نہیں ہو جاتی جب تک کہ وجوہِ طعن ثابت نہ ہو۔ اگر اس طرح سے کسی بھی محدث کی مبہم جرح کو قبول کر لیا جائے تو پھر کتب احادیث میں سے کوئی بھی حدیث

اور کوئی بھی کتاب نہ بچ پائے گی، کیونکہ ہر حدیث پر یا احادیث کی کتابوں پر کسی نہ کسی محدث کی جرح کے الفاظ ملتے ہیں۔

امام طحاویؒ امام یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی مبہم جرحوں کے جواب میں فرماتے ہیں:

”فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ يَرْفَعُ، ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ فَلاَ يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيَّ فِعْلَهُ وَقَامَتْ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ۔ فَإِنْ قَالَ: قَائِلٌ "هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ" قِيلَ لَهُ "وَمَا دَلَّكَ عَلَى ذَلِكَ؟ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا"۔ فَإِنْ قَالَ: فَإِنْ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِيَ عَنْهُ، عَنْ النَّبِيِّ، مِنْ ذَلِكَ۔ قِيلَ لَهُمْ: فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ، وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ۔ فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَآهُ طَاوُسٌ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ، ثُمَّ قَامَتْ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ۔ هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُحْمَلَ مَا رُوِيَ عَنْهُمْ، وَيُنْفَى عَنْهُ الْوَهْمُ، حَتَّى يَتَحَقَّقَ ذَلِكَ، وَإِلَّا سَقَطَ أَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ“۔ ”ابن عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا پھر انھوں نے ہاتھوں کا اٹھانا آپ ﷺ کے بعد چھوڑ دیا۔ اور اس کے خلاف عمل کیا یہ اس صورت میں درست ہے جبکہ ان کے ہاں اس کا نسخ ثابت ہو چکا ہو، جس کو انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے دیکھا تھا۔ اور ان کے ہاں اس کے نسخ کی دلیل ثابت نہ ہو گئی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ روایت سرے سے منکر ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا، آپ کو کس نے بتلایا؟ آپ کے لئے اس کے منکر قرار دینے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہ فعل کرتے دیکھا جو اس روایت کے موافق ہے جو انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی، تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ طاؤس نے یہ بات ذکر کی ہے مگر مجاہد نے ان کی مخالفت کی ہے۔ تو اب یہ کہنا درست ہوا کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس وقت کے عمل کو دیکھا جب ان کے سامنے نسخ کے دلائل نہ آئے تھے، پھر جب ان کے ہاں نسخ کے دلائل قائم ہو گئے تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کر دیا اور وہی کیا جو ان سے مجاہد نے دیکھا۔ اسی طرح مناسب یہ ہے کہ جو ان سے مروی ہے وہ اس پر محمول کیا جائے اور وہم کی نفی کی جائے تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے ورنہ اکثر روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا“۔ (شرح المعانی الآثار للطحاوی: ج ۱، ص ۲۲۵)

شیخ ملا محمد عابد سندھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہو سکتی تا آنکہ وجوہ طعن ثابت نہ ہوں، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حدیث کے رجال رجال الصحیح ہیں لہٰذا اب ضعف نہیں رہا مگر یہ کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لینے والے راوی مطعون ہوں لیکن اصل طعن نہ ہونا ہے چنانچہ یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے، اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت رفع کو دیکھا تو رفع کو بیان کیا اور جس وقت عدم رفع کو دیکھا تو اس حالت کی خبر دی، لیکن ان کی حدیث میں ان دو عملوں میں سے متعین طور پر کسی ایک پر ہمیشگی اور دوام کا پتہ نہیں چلتا، اور جہاں تک حدیث شریف میں لفظ (کَانَ) ہے تو وہ دوام اور ہمیشگی پر ہر وقت دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وارد ہے کہ: (كان يقف عند الصخرات السُّود بعرفة) "آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرفہ میں کالے پتھروں کے پاس ٹھہرتے تھے"، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج (حجۃ الوداع) کیا ہے، لہٰذا اس حدیث کے تضعیف کی کوئی سبیل نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو موضوع کہا جائے"۔ (الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن معہ حاشیہ، ص:۲۵۲)

جواب نمبر۱-۲: اگر زبیر علی زئی صاحب کے نزدیک کسی محدث کی مبہم جرح پر کسی بھی ثقہ راویوں کی بیان کردہ صحیح حدیث کو موضوع اور باطل قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر موصوف کو چاہیئے کہ رفع الیدین کرنے والی جتنی بھی صحیح احادیث ہیں انہیں بھی موضوع اور باطل تسلیم کرلیں کیونکہ امام مالک سے رفع الیدین کرنے والی احادیث کے بارے میں منقول ہے کہ "وَكَانَ رَفْعُ الْيَدَيْنِ عِنْدَ مَالِكٍ ضَعِيفًا إِلَّا فِي تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ"۔ "امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں رفع الیدین کرنا ضعیف ہے مگر صرف تکبیر تحریمہ میں"۔ (المدونۃ الکبری للإمام مالک: ج۱، ص ۱۶۵ – دار الفکر بیروت)

یہاں اگر کوئی حنفی یہ کہے کہ کیونکہ امام مالکؒ جیسے جلیل القدر محدث نے فرمایا ہے کہ رفع الیدین کرنا ضعیف ہے سوائے تکبیر تحریمہ کے لہٰذا رکوع میں جاتے، رکوع سے اٹھتے اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع الیدین کرنے والی تمام احادیث امام مالکؒ کے قول کے مطابق ضعیف ہیں تو کیا زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین امام مالکؒ کی اس جرح کو قبول کریں گے؟ حالانکہ امام مالکؒ (متوفی ۱۷۹ھ) تبع تابعین میں سے ہیں اور آپ کا زمانہ امام یحییٰ بن معینؒ

(متوفی ۲۳۰ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (متوفی ۲۴۱ھ) کے زمانے کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ سے زیادہ قریب کا ہے اور درج ذیل حدیث کے مطابق امام مالکؒ کی گواہی امام یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی گواہی کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہے پھر بھی زبیر علی زئی صاحب امام مالکؒ کی جرح کو قبول نہیں کرتے، تو پھر امام یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کی مبہم جرحوں کو ہم کس طرح سے قبول کرلیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَهَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، قَالاَ حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم "خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَجِيءُ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ"۔ لَمْ يَذْكُرْ هَنَّادٌ الْقَرْنَ فِي حَدِيثِهِ وَقَالَ قُتَيْبَةُ "ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ"۔ "حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بہترین لوگ میرے قرن کے لوگ (یعنی صحابہؓ) ہیں پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تابعیؒ) اور پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں (یعنی تبع تابعینؒ)۔ اور پھر ان قرنوں کے بعد ان لوگوں کا زمانہ آئے گا جن کی گواہی قسم سے پہلے ہوگی اور قسم گواہی سے پہلے"۔ (صحیح المسلم: ج۶، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنھم، باب فَضْلِ الصَّحَابَةِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، رقم الحدیث ۶۱۵۰)

اگر کسی حدیث کا دار مدار حدیث کی سند و متن کے بجائے آئمہ محدثین کے اقوال پر ہے تو پھر صرف احناف پر ائمہ مجتہدین کی تقلید کا الزام کیوں؟ جب ایک حنفی صحیح سند و متن کی حدیث کو امام ابو حنیفہؒ کے قول پر ضعیف یا منسوخ تسلیم کرتے ہوئے ترک کر دیتا ہے تو اس پر فوراً قرآن و حدیث کی مخالفت کا الزام لگا کر مقلد و مشرک ہونے کا فتویٰ دے دیا جاتا ہے لیکن جب یہی کام کوئی غیر مقلد کرتا ہے تو اسے قرآن و حدیث پر عمل کرنے والا اہلحدیث کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے، بھلا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کا امام یحییٰ بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے بلا دلیل اقوال پر ایک صحیح حدیث کو ضعیف کہنا ان کی اندھی تقلید کرنا ہے، لہٰذا جب آپ کسی امام کے بلا دلیل قول پر ایک صحیح حدیث کو ضعیف کہہ کر رد کر سکتے ہیں تو پھر ہمارا بھی پورا حق ہے کہ ہم امام ابراہیم نخعیؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ جیسے جلیل القدر تابعین و تبع تابعین پر اعتماد کرتے ہوئے رفع الیدین کرنے والی تمام احادیث کو منسوخ قرار دے سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر ۲: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۹ پر اپنا دوسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ابو بکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے"۔ "حافظ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ ابن عیاش جب بڑی عمر کے ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جب وہ روایت کرتے تو ان کو وہم ہو جاتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس بات میں انھیں وہم ہوا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور غیر وہم والی روایت میں اس سے حجت پکڑی جائے"۔ (التہذیب: ج ۱۲، ص ۳۹؛ نصب الرایۃ: ج ۱، ص ۴۰۹)

جواب نمبر ۲-۱: زبیر علی زئی صاحب کے اس بے ربط اعتراض سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موصوف علم غیب جانتے ہیں کہ انہیں تقریباً چودہ سو (۱۴۰۰) سال قبل وفات پانے والے ابو بکر بن عیاشؒ کے حالات کا علم ہو گیا کہ انہوں نے یہ حدیث اپنی آخری عمر میں اختلاط کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد بیان کی۔ ہمارا زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین سے مطالبہ ہے کہ اپنے اس دعویٰ کی صحیح سند سے کوئی ایک مستند دلیل پیش کر دیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ابو بکر بن عیاشؒ نے یہ حدیث آخری عمر میں اختلاط کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد بیان کی تھی ورنہ اپنے اس بے ربط اعتراض سے رجوع کر لیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی سند صحیح علی شرط الشیخین ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کا اسے ضعیف اور باطل قرار دینا بالکل غلط ہے۔ رہا سوال یہ کہ بعض محدثین نے اس روایت کو ابو بکر بن عیاش کے اختلاط کی وجہ سے وہم قرار دیا ہے، تو عرض ہے کہ امام نوویؒ نے مختلط رواۃ کے متعلق قاعدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ صحیحین میں مختلط رواۃ کی جو روایات لی گئی ہیں وہ قبل الاختلاط اخذ پر محمول ہیں۔ (تہذیب الاسماء للنووی: ج ۶، ص ۴۰)

جبکہ زیر بحث روایت عن ابن ابی شیبہ ابی بکر بن عیاش کے طریق سے بھی مروی ہے اور یہی طریق صحیح بخاری (ج ۶، ص ۴۷) میں موجود ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ روایت قبل الاختلاط مروی ہے۔ لہٰذا وہم والا اعتراض بھی باطل قرار پایا۔

دوسری بات یہ کہ ابو بکر بن عیاشؒ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجالوں میں سے ہیں اور ان سے مروی بہت سی احادیث بخاری و مسلم میں درج ہیں لہٰذا اس بات کا فیصلہ آپ کیسے کر سکتے ہیں کہ کس روایت میں انہیں وہم ہوا ہے اور کونسی روایات غیر وہم والی ہیں۔ ابو بکر بن عیاشؒ سے ترک رفع الیدین پر صرف ایک ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی نہیں ہے بلکہ ان کے والد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی بالکل اسی متن کے ساتھ حدیث مروی ہے اور

ساتھ میں ابو بکر بن عیاشؒ کا اپنا قول بھی موجود ہے جس میں فرماتے ہیں کہ:"وَلَقَدْ حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي دَاوُد، قَالَ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ، قَالَ: ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ قَالَ: مَا رَأَيْت فَقِيهًا قَطُّ يَفْعَلُهُ، يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي غَيْرِ التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى"۔"ابن ابی داوٗدؒ نے احمد بن یونسؒ سے انہوں نے امام ابو بکر بن عیاشؒ سے نقل کیا کہ میں نے کسی عالم فقیہ کو کبھی تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں پایا"۔(المعانی الآثار للطحاوی:ج۱،ص۲۲۹)

اب بھلا کوئی ثقہ راوی حافظہ کی خرابی کے بعد مختلف اسناد و متن اور صحابہ کرامؓ وفقہاء کرامؒ کے حوالوں کے ساتھ ایک ہی بات بیان کرے اور امام بخاریؒ کے استاذ ابو بکر ابن ابی شیبہؒ جیسے جلیل القدر محدث بنا کسی اعتراض کے اس حدیث کو بسند صحیح اپنی کتاب میں رقم کرلیں، اور امت مسلمہ کی سب سے بڑی تعداد اس پر عامل ہو جائے، ایسا ممکن نہیں۔ پھر بھی اگر کوئی اس بات پر بضد ہے تو اس سے درخواست ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی جتنی بھی احادیث ابو بکر بن عیاش سے مروی ہیں ان تمام احادیث کے صحیح ہونے کا انکار کرتے ہوئے صحیح بخاری و صحیح مسلم کو اصح الکتب کہنا چھوڑ دیں کیونکہ جس راوی کو اس حدیث پر وہم ہو سکتا ہے اسے بقیہ تمام احادیث پر بھی وہم ہو سکتا ہے۔ اس بات کا فیصلہ کرنا ناممکن ہے کہ انہیں کس حدیث پر وہم ہوا ہے اور کس پر نہیں۔ لہٰذا ان کی ایک روایت کا انکار کرنا اور بقیہ تمام روایات کو قبول کرنا عقل سے بالاتر ہے۔

جواب نمبر ۲-۲: غیر مقلد عالم زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۲۰ پر حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے رفع الیدین پر مروی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس کے ایک راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم(۲۱۳ھ) پر بھی یہی الزام ہے کہ وہ اپنی آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے۔ انہیں اختلاط ہوا، حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہوگئی۔(تقریب التہذیب:۶۲۲۶؛ ہدی الساری:ص۴۴۱؛ الجرح والتعدیل:ج۸،ص۵۹)

تعجب کی بات ہے کہ رفع الیدین کرنے کی حدیث کے راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم پر بھی اختلاط کے مرض کا وہی الزام ہے جو ابو بکر بن عیاش پر ہے۔ مگر زبیر علی زئی صاحب کتنی ڈھٹائی کے ساتھ حافظ ذہبیؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے رفع الیدین کی اس حدیث کی تائید میں فرماتے ہیں کہ"وہ موت سے پہلے تغیر (ضعف حافظہ واختلاط) کا شکار ہوئے اور اس حالت تغیر میں انھوں نے کوئی حدیث بیان نہیں کی"۔ درج ذیل دلائل کی روشنی میں زبیر علی زئی صاحب کا دعویٰ ۱۰۰ فیصد غلط اور جھوٹ پر مبنی ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ”محمد بن الفضل ابو النعمان السدوسی البصری یقال لہ عارم تغیر بآخرہ“۔ ”ابو النعمان محمد بن الفضل عارم اپنی آخری عمر میں تغیر کا شکار ہوگئے تھے“۔ (تاریخ الکبیر للبخاری: ج۱، ص۲۰۸، رقم الترجمۃ ۶۵۴)

اس راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم پر امام بخاری رحمہ اللہ سمیت دیگر بہت سے محدثین نے بھی یہی جرح کی ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ امام ابو داودؒ (متوفی ۲۷۵ھ)۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج۴، ص۱۲۱-۱۲۲)

۲۔ امام ابو حاتم الرازیؒ (متوفی ۲۷۷ھ)۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ج۸، ص۶۹-۷۰؛ سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج۷، ص۴۶۴)

۳۔ امام موسی بن حمادؒ۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج۴، ص۱۲۲؛ الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب: ص۱۳۶)

۴۔ امام ابراھیم الحربیؒ (متوفی ۲۸۵ھ)۔ (الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب: ص۱۳۶؛ الکواکب النیرات لابن الکیال: ص۹۹)

۵۔ امام عقیلیؒ (متوفی ۳۲۲ھ)۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج۴، ص۱۲۲)

۶۔ امام ابن ابی حاتم الرازیؒ (متوفی ۳۲۷ھ)۔ (الجرح والتعدیل للرازی: ج۸، ص۶۹)

۷۔ امام امیۃ الاھوازیؒ۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج۴، ص۱۲۳)

۸۔ امام ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ)۔ (تھذیب التھذیب لابن حجر: ج۵، ص۲۵۸؛ سیر اعلام النبلاء للذھبی: ج۷، ص۴۶۵؛ الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی: ج۲، ص۹۱-۹۲)

۹۔ امام ابو الولید الباجیؒ (متوفی ۴۷۴ھ)۔ (التعدیل والتجریح للباجی: ج۲، ص۶۷۵-۶۷۶)

۱۰۔ امام ابن الجوزیؒ (متوفی ۵۹۸ھ)۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی: ج۲، ص۹۱-۹۲)

۱۱۔ امام ابن الصلاحؒ (متوفی ۶۴۲ھ)۔ (مقدمۃ ابن الصلاح: ص۳۶۸)

۱۲۔ امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ)۔ (تقریب مع التدریب: ج۲، ص۳۲۹، ۳۲۳)

۱۳۔ امام ابو الحجاج المزیؒ (متوفی ۷۴۲ھ)۔ (تھذیب الکمال للمزی: ج۹، ص۲۷۲-۲۷۳)

۱۴۔امام ذہبیؒ(متوفی ۷۴۸ھ)۔(العبر للذہبی:ج۱،ص۱۹۵؛تذکرۃ الحفاظ للذہبی:ج۱،ص۳۰۱)

۱۵۔امام ابن کثیر الدمشقیؒ(متوفی ۷۷۴ھ)۔(اختصار علوم الحدیث:ص۲۳۹)

۱۶۔امام عراقیؒ(متوفی ۸۰۴ھ)۔(فتح المغیث للعراقی:ص۴۵۴،۴۶۰،۴۵۹)

۱۷۔امام ابن حجر عسقلانیؒ(متوفی ۸۵۲ھ)۔(تقریب لابن حجر:ج۲،ص۵۴۷؛تہذیب لابن حجر:ج۵،ص۲۵۸)

۱۸۔امام جلال الدین سیوطیؒ(متوفی ۹۱۱ھ)۔(تدریب الراوی للسیوطی:ج۲،ص۳۲۳،۳۲۹)

۱۹۔امام احمد بن عبداللہ الخزرجیؒ(متوفی ۹۲۳ھ)۔(خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال للخزرجی:ص۳۵۶)

۲۰۔امام محمد بن احمد الکیالؒ(متوفی ۹۲۶ھ)۔(الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال: ص۹۷-۹۸)

۲۱۔امام ابن العماد الحنبلیؒ(متوفی ۱۰۸۹ھ)۔(شذرات الذھب لابن العماد:ج۲،ص۱۵۹)

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے کہ:"اختلط فی آخر عمرہ حتی کان لا یدری مایحدث بہ فوقع فی حدیثہ المناکیر الکثیرۃ فیجب التنکب عن حدیثہ فیما رواہ المتأخرون فان لم یعلم ھذا من ھذا ترک الکل ولا یحتج بشئ منہا"۔(تہذیب التہذیب لابن حجر:ج۵،ص۲۵۸)

مشہور محدث علامہ نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"فیہ النعمان محمد بن فضل السدوسی و ھو ثقۃ تغیر بالآخرۃ رواہ عنہ ابو اسماعیل السلمی و ھو لیس من اصحابہ القدماء"۔(التعلیق الحسن:ص۱۱۴)

مندرجہ بالا قاعدے سے معلوم ہوا کہ ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کے جو شاگرد قدماء[اول عمر کے شاگردوں] میں سے نہ ہو بلکہ متاخرین شاگردوں میں سے ہو تو اس سے مروی روایت متروک قرار پائے گی۔زبیر علی زئی صاحب کی بیان کردہ روایت میں ابو النعمان محمد بن الفضل عارم سے روایت کرنے والے محمد بن اسماعیل السلمی قدماء شاگردوں میں سے نہیں ہیں بلکہ متاخرین شاگردوں میں سے ہیں۔

قال الإمام الدارمي رحمه الله: حدثنا أبو النعمان، ثنا سعيد بن زيد، ثنا عمرو بن مالك النكري حدثنا أبو الجوزاء أوس بن عبد الله قال: (قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطاً شَدِيداً، فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: انْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَاجْعَلُوا مِنْهُ كِوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لاَ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ۔

قَالَ: فَفَعَلُوا، فَمُطِرْنَا مَطراً حَتَّى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الإِبِلُ، حَتَّى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ، فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ)۔"اوس بن عبد اللہ فرماتے ہیں، اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہوگئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے یہ حالت بیان کی، انہوں نے فرمایا: جاؤ قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کی طرف سے تھوڑا سا کھول دو، اس طرح کہ قبر اور آسمان کے درمیان کوئی چھت نہ ہو، کہتے ہیں: لوگوں نے ایسا ہی کیا، تو اللہ تعالی نے اتنی بارش نازل فرمائی کہ ہر طرف ہریالی پھیل گئی، اونٹ اس قدر سیر ہوگئے کہ چربی کی وجہ سے ان کے جسمانی اعضاء الگ الگ نظر آنے لگے، اس مناسبت سے اس سال کو 'عام الفتق' کا نام دیا گیا"۔(سنن الدارمی: ج۱، ص۵۶، رقم الحدیث ۹۲)

رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے فیض حاصل کرنے پر پیش کی جانے والی مندرجہ بالا حدیث پر غیر مقلدین حضرات یہی اعتراض پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ابو النعمان محمد بن الفضل عارم راوی موجود ہے جو اپنی آخری عمر میں تغیر کا شکار ہوگئے تھے۔ انہیں اختلاط ہوا، حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہوگئی۔

مشہور غیر مقلد محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں:

"أن أبا النعمان هذا هو محمد بن الفضل يعرف بعارم وهو وإن كان ثقة فقد اختلط في آخر عمره۔ وقد أورده الحافظ برهان الدين الحلبي في "الاغتباط بمن رمي بالاختلاط" تبعا لابن الصلاح حيث أورده في (المختلطين) من كتابه "المقدمة" وقال: "والحكم فيهم أنه يقبل حديث من أخذ عنهم قبل الاختلاط، ولا يقبل من أخذ عنهم بعد الاختلاط، أو أشكل أمره فلم يدر هل أخذ عنه قبل الاختلاط أو بعده" قلت (الألباني): وهذا الأثر لا يُدرى هل سمعه الدارمي منه قبل الاختلاط أو بعده، فهو إذن غير مقبول، فلا يحتج به"۔"یہی وجہ ہے کہ راوی ابو نعمان جس کا نام محمد بن الفضل ہے، اگرچہ ثقہ راوی ہے مگر آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہوا تھا یعنی ضعف حافظہ کے سبب آخری عمر میں صحیح وضعیف کو ملا کر بیان کرتا تھا، علم حدیث میں ایسے مختلط راوی کا حکم یہ ہے کہ جو روایات اختلاط سے قبل کی ہوں وہ مقبول ہوتی ہیں جو اختلاط کے بعد ہوں وہ ناقابل قبول جبکہ جن روایات کے بارے میں علم نہ ہو کہ اختلاط سے قبل کی ہیں یا بعد کی وہ بھی مشکوک ہونے کی بنا پر مقبول نہیں ہوتی، اور مذکورہ روایت بھی انہی میں سے ہے اس کے بارے میں واضح نہیں کہ یہ اختلاط سے پہلے کی ہے یا بعد کی"۔(التوسل أنواعه واحكامه للعلامة المحدث محمد ناصر الدين الالبانی: ص۱۲۷)

مندرجہ بالا تحقیق سے زبیر علی زئی صاحب کے مزید کئی جھوٹ اور ناقص تحقیقات کا پردہ فاش ہوا جو درجہ ذیل ہیں:

۱۔ زبیر علی زئی صاحب کا رفع الیدین پر پیش کی جانے والی حدیث کے راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے اختلاط کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد کوئی حدیث بیان نہیں کی، ان کا سب سے بڑا جھوٹ ہے جس کی دلیل جمہور محدثین کی جرح اور غیر مقلد محدث علامہ ناصر الدین البانیؒ کا اس راوی کے بارے میں بیان ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع الیدین کی زیر بحث حدیث کے راوی ابو بکر بن عیاش پر زبیر علی زئی صاحب نے جو اختلاط کے مرض کا الزام عائد کیا ہے وہی الزام حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مروی رفع الیدین کی حدیث کے راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم پر بھی ہے، لہٰذا زبیر علی زئی صاحب کا ابو بکر عیاش کی حدیث کو ضعیف کہنا اور ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کی حدیث سے استدلال کرنا ان کی ناقص و متعصب تحقیق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ اگر زبیر علی زئی صاحب اور ان کے متبعین کے نزدیک راوی ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کی بیان کردہ تمام احادیث صحیح ہیں تو پھر ان تمام حضرات سے گزارش ہے کہ سنن دارمی کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی قبر انور سے فیض حاصل کرنے کو جائز قرار دیدیں۔

اعتراض نمبر ۳: زبیر علی زئی صاحب اپنی کتاب نور العینین کے صفحہ نمبر ۱۶۹ پر اپنا تیسرا اعتراض نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امام بخاریؒ نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابو بکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعودؓ مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے۔ پہلی بات (یہ متنازعہ حدیث) خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالفت کی ہے"۔ (نصب الرایۃ: ج۱، ص۴۰۹)

جواب نمبر ۳: زبیر علی زئی صاحب نے امام بخاریؒ کا وہ قول تو بیان کر دیا جس سے ان کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے لیکن امام بخاریؒ کا وہ قول بیان نہیں کیا جس سے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ملتی ہے کیونکہ موصوف جانتے تھے کہ اگر انھوں نے امام بخاریؒ کا مکمل مؤقف بیان کر دیا تو امام بخاریؒ کی جرح مضطرب ثابت ہو جائے گی۔ لہٰذا

موصوف نے صرف اپنے مطلب کی بات بیان کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ اس حدیث پر امام بخاریؒ کا مکمل مؤقف جاننے کے لئے امام بخاریؒ کا دوسرا قول رقم کیئے دیتے ہیں تا کہ قارئین کو حق بات سمجھنے میں آسانی ہو۔

"قَالَ الْبُخَارِيُّ: "وَيُرْوَى عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ لَمْ يَرَ ابْنَ عُمَرَ رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَّا فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى- وَرَوَى عَنْهُ أَهْلُ الْعِلْمِ أَنَّهُ لَمْ يَحْفَظْ مِنِ ابْنِ عُمَرَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ سَهَا كَبَعْضِ مَا يَسْهُو الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ فِي الشَّيْءِ بَعْدَ الشَّيْءِ كَمَا أَنَّ عُمَرَ نَسِيَ الْقِرَاءَةَ فِي الصَّلَاةِ، وَكَمَا أَنَّ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا يَسْهُونَ فِي الصَّلَاةِ فَيُسَلِّمُونَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ، وَالثَّلَاثِ أَلَا تَرَى أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَرْمِي مَنْ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ بِالْحَصَى فَكَيْفَ يَتْرُكُ ابْنُ عُمَرَ شَيْئًا يَأْمُرُ بِهِ غَيْرَهُ، وَقَدْ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ ؟"۔ "بخاریؒ نے کہا: اور ابو بکر عیاش عن حصین عن مجاہد (کی سند) سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور ان (ابن عمر) سے اہل علم نے (اثبات رفع یدین کی) روایت کی ہے۔ بے شک اس (راوی ابو بکر عیاش) نے (اس سند کے ساتھ ابن عمر سے) یاد نہیں رکھا۔ الا یہ کہ (بشرط صحت وبفرض محال کہا جائے گا کہ) ابن عمر بھول گئے جیسا کہ بعض آدمی نماز میں، ایک کے بعد دوسری چیز کو بھول جاتا ہے۔ جس طرح کہ عمر رضی اللہ عنہ نماز میں قرأت بھول گئے تھے اور جس طرح کہ محمد ﷺ کے صحابہ کرامؓ بعض اوقات نماز میں بھول جاتے تھے تو دو یا تین رکعتوں پر سلام پھیر دیتے تھے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے؟ تو ابن عمرؓ اس چیز کو کس طرح ترک کر سکتے تھے جس کا حکم وہ دوسروں کو دیتے تھے اور جو فعل انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا تھا"۔ (جزءِ رفع الیدین للبخاری: ص ۴۵-۴۶)

امام بخاریؒ کی مکمل جرح کے الفاظ سے یہ ثابت ہو گیا کہ امام بخاریؒ کو اس حدیث کی سند اور متن پر کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ انہوں نے یہ کہہ کر راوی ابو بکر بن عیاش پر لگے اس (اختلاط کے) الزام کی بھی تردید فرمادی کہ "ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین کرنا بھول گئے جیسا کہ بعض آدمی نماز میں، ایک کے بعد دوسری چیز کو بھول جاتا ہے"۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اختلاط کے الزام کے باوجود خود اپنی صحیح میں ابو بکر بن عیاش سے احتجاج کیا ہے۔

امام بخاریؒ کا ہر اشکال ان کے دوسرے اشکال کی نفی کرتا نظر آتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کو خود اپنی جرح پر اطمینان نہیں تھا۔ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے تو یہ اشکال کیا کہ "بے شک اس (راوی ابو بکر عیاش) نے (اس سند کے ساتھ ابن عمر سے) یاد نہیں رکھا"۔ پھر فرماتے ہیں کہ "ابن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رفع یدین کرنا بھول گئے جیسا کہ بعض آدمی نماز میں، ایک کے بعد دوسری چیز کو بھول جاتا ہے"۔ پھر خود ہی اس بات پر تعجب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے؟ تو ابن عمرؓ اس چیز کو کس طرح ترک کر سکتے تھے جس کا حکم وہ دوسروں کو دیتے تھے"۔

امام بخاریؒ کے پیش کردہ اشکالات پر سب سے بڑا اشکال تو یہ ہوتا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کے سب سے زیادہ حریص اور پابند تھے، اور رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے، تعجب کی بات ہے کہ انہیں تکبیر اولیٰ کا رفع یدین تو یاد رہا لیکن اس کے بعد کا کوئی ایک رفع یدین بھی یاد نہیں رہا۔

امام بخاریؒ کا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر اور فقیہہ صحابی کے بارے میں ایسا کہنا قائلین رفع کے لئے تو مناسب اور تسلی بخش ہو گا لیکن ہم احناف کے لئے تو ایسا سوچنا بھی ممکن نہیں۔ لہٰذا ہم یہاں یہ کہنے پر حق بجانب ہونگے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب رسول ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا تو رفع یدین کیا لیکن جب ان کے نزدیک اس کے نسخ کے دلائل واضح ہو گئے تو صرف تکبیر اولیٰ کے رفع یدین کو باقی رکھا اور اس کے بعد والے رفع یدین کو ترک کر دیا۔

امام طحاویؒ نے بھی امام بخاریؒ کی جرح کا یہی جواب دیا ہے:

"فَهَذَا ابْنُ عُمَرَ قَدْ رَأَى النَّبِيَّ يَرْفَعُ، ثُمَّ قَدْ تَرَكَ هُوَ الرَّفْعَ بَعْدَ النَّبِيِّ فَلاَ يَكُونُ ذَلِكَ إِلَّا وَقَدْ ثَبَتَ عِنْدَهُ نَسْخُ مَا قَدْ رَأَى النَّبِيُّ فِعْلَهُ وَقَامَتْ الْحُجَّةُ عَلَيْهِ بِذَلِكَ۔ فَإِنْ قَالَ: قَائِلٌ "هَذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ" قِيلَ لَهُ "وَمَا دَلَّكَ عَلَى ذَلِكَ؟ فَلَنْ تَجِدَ إِلَى ذَلِكَ سَبِيلًا"۔ فَإِنْ قَالَ: فَإِنْ طَاوُسًا قَدْ ذَكَرَ أَنَّهُ رَأَى ابْنَ عُمَرَ يَفْعَلُ مَا يُوَافِقُ مَا رُوِيَ عَنْهُ، عَنْ النَّبِيِّ، مِنْ ذَلِكَ۔ قِيلَ لَهُمْ: فَقَدْ ذَكَرَ ذَلِكَ طَاوُسٌ، وَقَدْ خَالَفَهُ مُجَاهِدٌ۔ فَقَدْ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ عُمَرَ فَعَلَ مَا رَآهُ طَاوُسٌ مَا يَفْعَلُهُ قَبْلَ أَنْ تَقُومَ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ، ثُمَّ قَامَتْ عِنْدَهُ الْحُجَّةُ بِنَسْخِهِ فَتَرَكَهُ وَفَعَلَ مَا ذَكَرَهُ عَنْهُ مُجَاهِدٌ۔ هَكَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُحْمَلَ مَا رُوِيَ عَنْهُمْ، وَيُنْفَى عَنْهُ الْوَهْم،

حَتَّى يَتَحَقَّقَ ذَلِكَ، وَإِلَّا سَقَطَ أَكْثَرُ الرِّوَايَاتِ"۔ "ابن عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع الیدین کرتے دیکھا پھر انھوں نے ہاتھوں کا اٹھانا آپ ﷺ کے بعد چھوڑ دیا۔ اور اس کے خلاف عمل کیا یہ اس صورت میں درست ہے جبکہ ان کے ہاں اس کا نسخ ثابت ہو چکا ہو، جس کو انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ سے دیکھا تھا۔ اور ان کے ہاں اس کے نسخ کی دلیل ثابت نہ ہو گئی ہے۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ روایت سرے سے منکر ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا، آپ کو کس نے بتلایا؟ آپ کے لئے اس کے منکر قرار دینے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہ فعل کرتے دیکھا جو اس روایت کے موافق ہے جو انہوں نے جناب نبی اکرم ﷺ سے روایت کی، تو جواب میں یہ کہا جائے گا کہ طاؤس نے یہ بات ذکر کی ہے مگر مجاہد نے ان کی مخالفت کی ہے۔ تو اب یہ کہنا درست ہوا کہ طاؤس نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس وقت کے عمل کو دیکھا جب ان کے سامنے نسخ کے دلائل نہ آئے تھے، پھر جب ان کے ہاں نسخ کے دلائل قائم ہو گئے تو انہوں نے رفع الیدین کو ترک کر دیا اور وہی کیا جو ان سے مجاہد نے دیکھا۔ اسی طرح مناسب یہ ہے کہ جو ان سے مروی ہے وہ اس پر محمول کیا جائے اور وہم کی نفی کی جائے تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے ورنہ اکثر روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا"۔ (شرح المعانی الآثار للطحاوی: ج۱، ص۲۲۵)